۱۹۷۶ء

علم دانستن و دانش کا فقط نام نہیں   علم وہ روح ہے جو شامل اجسام نہیں
علم وہ دن ہے سحر جس کی نہیں شام نہیں   علم پیغام کا مقصود ہے، پیغام نہیں

وہ نہیں علم۔ سما جاتا ہے جو حرفوں میں
بحر زخار کا کیا کام ہے کم ظرفوں میں

علم ہے شمع فروزانِ حریم اسرار   علم ہے مطلع خورشید رموز و افکار
علم ہے قافلۂ عزم و عمل کا سالار   علم ہے ولولۂ فکر و تخیل کا ابھار

علم ہے فوقِ بشر عظمت آدم کی قسم
علم اک اور ہی عالم ہے دو عالم کی قسم

علم مامن بھی ہے مومن بھی ہے ایمان بھی ہے   علم عارف بھی ہے معروف بھی عرفان بھی ہے
علم اسلام بھی تسلیم بھی مسلمان بھی ہے   علم قاری بھی قراءت بھی ہے قرآن بھی ہے

تھا کبھی پہلے سے موجود تو منضم بھی ہوا
جب ہے ان سب میں تو ان سب سے مقدم بھی ہوا

علم کشاف حجابات وجوب و امکاں   علم تفریق و تمیزِ حق و باطل کا نشاں
علم مشاطۂ گیسوئے شعورِ انساں   علم غارتگرِ پیچیدگیٔ وہم و گماں

علم شیرازہ کشِ وحدتِ دینِ محکم
علم تنظیمِ عمل علم یقینِ محکم

کیا بتائے کوئی انسان بھلا علم ہے کیا   تھا یہ اس وقت بھی موجود جب انساں نہ تھا
قبل آدم تھے ملک اُن سے بھی قبل اِس کی ضیا   جب تو اک بحث میں وہ کہہ گئے لا علم لنا

نہ ملک سے نہ فلک سے نہ زمیں سے پوچھو
کس کے شاگرد ہیں جبریل امیں سے پوچھو

علم کو سمجھوں ازل سے تو ازل سے ہے خدا
پھر یہ ما بعد خدا قبل ملک چیز ہے کیا
یوں کہا جائے تو شاید ہو یہ مفہوم ادا
علم خود ہے نہ خدا ہے نہ خدا سے ہے جدا
ہاں مگر کہہ بھی دیا یوں تو بھرا ابہام رہا
طائر ذہن تو ہر پھر کے تہہ دام رہا

علم پہلے سے ہے پھر مصحفِ رب آیا ہے
علم میں لوح بھی محفوظ ہے یہ پایا ہے
علم ہی معرفت ذات کا سرمایا ہے
علم اس جسم کا سایہ ہے جو بے سایا ہے
سایا ہمراہ پیمبر کے جو ہر جنگ میں ہے
یہ وہی علم ہے اس وقت جو اس رنگ میں ہے

علم توفیقِ ازل علم عطائے قدرت
علم میثاقِ عمل علم مذاقِ فطرت
علم مصداق وَاَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَت
علم جو قبر میں بھی ساتھ ہے اپنی دولت
کیوں نگاہوں میں نہ یہ زر سے سوا چڑھ جائے
نہ کریں صرف گھٹے۔ صرف کریں بڑھ جائے

علم سے نورِ فلک علم سے روشن یہ زمیں
یہی دنیا کی ہے مایا یہی سرمایۂ دیں
علم تنویرِ چراغِ حرمِ شرعِ مبیں
علم سے لو جو لگائیں تو جلے شمع یقیں
گر نہ ہو علم تو عالم میں اجالا نہ رہے
سوچ بیکار ہے گر سوچنے والا نہ رہے

علم ہے ثقلِ گراں قدر نظام اقدار
ظاہرا کچھ بھی ہو، باطن میں شعاع انوار
علم ہے نقطۂ پرکار شعورِ بیدار
علم ہے مرکزِ اصلاح مزاج و کردار
جہل انسان کو حیوان بنا دیتا ہے
علم حیوان کو انسان بنا دیتا ہے

علم ہے خضرِ رہِ منزلِ توفیقِ عمل
علم ہے شمع خود افروز شبستانِ ازل
علم ہے حل مسائل کا خدا ساز محل
علم نا پختہ عقائد کے تذبذب کا بدل
علم عالم میں نہیں شہر پیمبر میں ہے
شہر اس در میں ہے جو فاطمہ کے گھر میں ہے

جہل تخریب کی تاسیس تباہی بکنار — علم تعمیر کی جڑ حسنِ عمل کا مینار
جہل کے ہاتھ میں آجائے کہیں گر تلوار — اس کو مارے اسے کاٹے اسے کر دے مسمار

وار دشمن پہ کبھی علم اگر کرتا ہے
سر سے پہلے وہ سوئے صلب نظر کرتا ہے

علم ہے ایک شجر جس کے ہیں پتے یہ علوم — ادب و فلسفہ و منطق و تاریخ و نجوم
جڑ پیمبر ہیں تو شاخیں وہ امام معصوم — جن کی عصمت کی ولایت کی امامت کی ہے دھوم

پھول قرآن کو اور فقہ کو پھل کہتے ہیں
پھول اور پھل کے معطر کو عمل کہتے ہیں

ہر عمل فقہ کا پابند ہے اور فقہ وہ نور — جس سے اعمال کی حد میں حق و باطل کا شعور
فقہ ہے فکر و تفقہ میں تجلی کا ظہور — فقہ ہے کشف لغوائے کتابِ مسطور

فقہ ہے منطقِ حق مصحفِ ناطق کی قسم
فقہ ہے صدقِ مبیں جعفرِ صادق کی قسم

کون وہ جعفرِ صادق وہی جو فقہ بکف — سب سے اول جنھیں تدوینِ شرائع کا شرف
تھے گہر فقہ کے پہلے بھی مگر دل تھے صدف — کنزِ مختوم تھے جن کا دُرَر دُرِّ نجف

کب ہوا مہر مبیں اور کے گھر سے پیدا
صبحِ صادق ہوئی جعفر کی نظر سے پیدا

مثلِ قرآن یہ والشمس کی منزل کے قمر — شان ایسی ہے کہ حیرت سے جھکے چرخ کا سر
اک نظر دیکھ لیں دل آپ کا یعقوب اگر — ان کی آنکھوں سے گرے حسنِ رُخ نورِ نظر

زہد و طاعت کا سبق ان سے فرشتہ پڑھ لے
کور منہ دیکھے تو قسمت کا نوشتہ پڑھ لے

مدحِ جعفر سے گنہگار بھی صادق ہو جائے — بات بھی قول بھی اقرار بھی صادق ہو جائے
عشقِ صادق سے سیہ کار بھی صادق ہو جائے — صورتِ صبح شبِ تار بھی صادق ہو جائے

یہ شرف خلق میں کس خاصۂ خالق کو ملے
صبحِ صادق کی ضیا عاشقِ صادق کو ملے

اخترِ شمسِ ضحیٰ سورۂ کوثر کے گہر   نقد اسلام و شریعت کے مسلم دفتر
قرۃ العین علیٔین و ولیِ داور   اک محمد کے چراغ ایک محمدؐ کے قمر

گلشنِ شرع ہے کیا اک چمنِ صادق ہے
خبرِ مخبرِ صادق سخنِ صادق ہے

روزِ میلادِ ضیا بارِ نبیٔ مرسل   اُن کی ہی نسل کے شجرے سے پھوٹی کوپل
کیوں نہ لاثانی و یکتا ہو ربیع الاول   اس مہینے میں کھلا پھول ملا پھول کو پھل

ابتدا فصلِ بہاری کی اسی چاند سے ہے
چاندنی رحمتِ باری کی اسی چاند سے ہے

نائبِ احمدِ مختار امامِ ازلی   جلوۂ انجمنِ حق کے لیے شمع جلی
خود ولی اور ولی عہد بھی کاظمؑ سا ولی   جدِ امجد بھی علیؑ آپ کے پوتے بھی علیؑ

عمل اِن کا ہے دو عالم میں دوہائی ان کی
دین ان کا ہے خدا ان کا خدائی ان کی

آپ کے عہد میں ایمان نے شوکت پائی   حق کا اظہار ہوا شرع نے شہرت پائی
علم اللہ و پیمبر نے فضیلت پائی   فرع کے پھول کھلے اصل نے قوت پائی

ہر ورق شرع میں نکلا جو اسی بستے کا
جعفری نام ہوا فقہ کے گلدستے کا

متشابہ بھی ہوا اِن کے بیاں سے محکم   رکھ لیا آپ نے تعلیم رسالت کا بھرم
کیا کہیں علم کی اب اس کے اہمیت ہم   جس کے شاگرد بھی اُمت کے امامِ اعظم

متاثر ہے جوانی و ضعیفی اِن سے
بوحنیفہ کو ملا دینِ حنیفی ان سے

ان کے احکام وہ موتی جو کھرے اور صدفی   صاف و شفاف و مصفا صفتِ قلبِ صفی
فقہ ماخوذ انھیں سے ہے جلی ہو کہ خفی   جعفری وہ بھی ہیں جو گل ہیں چمن میں حنفی

یہ خمائل بخدا اک عمل نیک سے ہیں
عشق میں پنجتن پاک کے سب ایک سے ہیں

فقہ میں دونوں کی شامل صلوٰات اور سلام
فاتحہ دونوں کے مسلک میں نہ بدعت نہ حرام
محترم دونوں کی نظروں میں مزاراتِ کرام
مرثیہ دونوں کے نزدیک شعائرِ اسلام

جعفری کہتے ہیں ممکن نہیں تمثیلِ علی
اور احناف بھی سب قائلِ تفضیلِ علی

اتحادی نظریات دمِ فکر و نظر
آئے ہیں دونوں کی صف میں بطفیلِ جعفر
نذر بائیس رجب کی جو ہے رائج گھر گھر
قولِ صادق کی تأسی کا ہے دلکش منظر

رسمِ دینی میں مواسات کے پیغام بھی ہیں
آم کے آم بھی ہیں گٹھلیوں کے دام بھی ہیں

اک وہ دن تھا کہ جواں تھی یہ اخوت کی فضا
پھر خلافت میں جو عباسیوں کا رنگ جما
وہ بچھے جال کہ بھائی ہوا بھائی سے جدا
نہ مروت رہی باقی نہ حمیت نہ وفا

یہ بتائے گا مورخ غلطی کس کی تھی
بحث یہ ہے کہ پڑی پھوٹ، خطا جس کی تھی

اجتہادی وہ خطا ہو کہ ارادی غلطی
یہ ہوا اس کا نتیجہ۔ ہوئی وحدت میں دوئی
جو ہوئی جس کی بھی مرضی وہ بنی شرعِ نبیؐ
دین کی اصل حقیقت طبقِ زر میں چھپی

کوئی جمن نہ خمیسا نہ لطافت ٹھہرا
اختلافات کا گڑھ قصرِ خلافت ٹھہرا

جب شرائع میں خلافت سے بھی ہونے لگی چوک
پھر تو مشہور ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دینِ مُلوک
جو شکم سیر تھے ان کو بھی ہوئی مال کی بھوک
کتنے انسان تھے عادت میں بنے جو سگ و خوک

وہ بھی غازی تھے جو دنیا کے لیے لڑتے تھے
استخوانِ زر و دولت پہ گرے پڑتے تھے

فسق سرسبز تھا احکامِ شریعت پامال
یوں ہوئے مسخ مسائل کہ نہیں جس کی مثال
خرچ ہوتا تھا انھیں کاموں میں سب بیت المال
تھا خلیفہ کی خوشامد کا لقب اکلِ حلال

وہ چلاتا تھا جدھر لوگ اُدھر چلتے تھے
مسئلے ظرفِ سفالیں کی طرح ڈھلتے تھے

مبتلا دامِ کبائر میں تھی خلقت ساری   حد بھی ہوتی تھی نہ اس بدعملی پر جاری
نہ ہوا قہر بھی نازل جو یہ ایسی بدکاری   لوگ کرنے لگے انکارِ وجودِ باری
دہریت پھیلی، جو اک ترکۂ سفیانی تھی
کیوں نہ ہو، شرع، خلافت کی جو من مانی تھی

جبکہ اس فرقۂ باطل کا تھا راسِ اعظم   ہوسِ مال میں کنیت بھی تھی ابنِ درہم
مدعی تھا کہ یہی دہر ہے خلاقِ اُمم   ہم بھی جب دہر کا ہیں جز تو خالق بھی ہیں ہم
اپنی جدت پہ اکڑتا تھا کبھی تنتا تھا
بیخودی میں وہ خودی کار خدا بنتا تھا

صادقِ آل نے بلوا کے اسے اپنے یہاں   ہنس کے پوچھا کہ بھلا آپ ہیں خالق کہا ہاں
دہر نے خلق کیا جو بھی جہاں میں ہے جہاں   اور میں دہر کا اک فرد ہوں، یہ بھی ہے عیاں
میری تخلیق ہوئی دہر سے دہری میں ہوں
کُل مرا خالقِ کل، خالقِ جزوی میں ہوں

مسکرا کر کہا حضرت نے کہ اچھا اچھا   اپنی تخلیق کا دکھلاؤ نمونہ تو بھلا
اس نے کیچڑ کا بھرا ظرف دکھا کر یہ کہا   اس میں کیڑے جو ہیں یہ میں نے کیے ہیں پیدا
جس کا جی چاہے یونہیں اور بنالے کوئی
میری تخلیق میں کیڑے نہ نکالے کوئی

بولے حضرت کہ یہ کتنے ہیں ذرا یہ تو بتاؤ   ان کے خالق ہو تو پھر حکم بھی کچھ ان پہ چلاؤ
جو اُدھر جاتے ہیں رُخ ان کا اِدھر کو پھراؤ   جو اِدھر آتے ہیں اِن سے کہو اُس سمت کو جاؤ
لامکاں سے کہ کسی اور مکاں سے لائے
آب و گل ان کے بنانے کو کہاں سے لائے

آب اور گل کا کرشمہ ہیں یہ سارے حشرات   گل کی اور آب کی تخلیق میں ہے کس کا ہات
وہ ہوا، دم سے ملیں جس کے یہ کیچڑ کو صفات   اور مخصوص وہ گرمی انھیں دی جس نے حیات
ان عناصر کے بھی ان کے لیے خالق تم ہو
پھر یہ اجزا تو کرو خلق جو صادق تم ہو

دیکھئے کیوں ہیں یہ سب ایک طرح وجہ ہے کیا — اور یہ ایک جو کیڑا ہے، ہوا کیوں مُردا
حق ہے خالق کو اگر چاہے تو کر دے وہ فنا — روح بے ہاتھ لگائے ہوئے کھینچو تو ذرا
کیا دیا کھانے کو اب تک انھیں اب کیا دوگے
ان کے خالق ہو تو رازق بھی تمہیں تو ہوگے

دست و پا ہو گئے یہ سنتے ہی بدذات کے سرد — منہ تھا فق دل تھا حزیں بند زباں چہرہ زرد
یوں خجالت کی پڑی گیسوئے تخلیق پہ گرد — اپنی مخلوق وہیں چھوڑ کے بھاگا نامرد
دہر والوں نے نہ کچھ دہر نے غم خواری کی
دہریت ساری دھری رہ گئی فراری کی

اور زندیق تھا اک علم میں جو ماہر تھا — شکر سے دور مگر نام ابو شاکر تھا
ایک دن خدمت اقدس میں کہیں حاضر تھا — دہریت کا مگر اُس کی یہی دن آخر تھا
آنکھوں آنکھوں میں ہوا قائلِ اعجازِ امام
اک نظر آپ نے دیکھا جو بہ اندازِ امام

عرض کی جوڑ کے ہاتھوں کو یہ اس نے کہ حضور — ایسی فرمایئے کچھ بات کہ دل ہو پُر نور
قلبِ تاریک، تجلی سے جو اس وقت ہے دور — مرضِ ظلمتِ باطل کی یہ شب ہو کافور
طفل اک آگیا ناگاہ مسیحا کی طرح
بیضۂ مرغ لیے تھا یدِ بیضا کی طرح

لے کے وہ اس سے شہ دیں نے ہتیلی پہ رکھا — پھر مخاطب سے یہ بولے کہ ابو شاکر آ
دیکھ یہ قلعۂ مضبوط ہے محکم کتنا — کوئی در اس میں نہ روزن جو کرے جذب ہوا
سخت پتھر کی طرح جلد ہے باہر کی طرف
نرم جھلی کا غلاف اس میں ہے اندر کی طرف

ان حجابوں میں ہے زردی و سفیدی یکجا — مثلِ احباب بہم، صورتِ اغیار جدا
اس کے باطن میں خیال اور تصور کے سوا — مادی زور نہ ذہنی کوئی طاقت ہے رسا
جوف میں اس کے نہ مصلح کوئی جا سکتا ہے
نہ مخرب کوئی باہر کبھی آ سکتا ہے

کس کو معلوم کہ اس میں کوئی مادہ ہے کہ نر
دفعتہً کوئی کھٹکتا ہے جو اندر اندر
دیکھتے دیکھتے آجاتا ہے طائر باہر
خوشنما صورتِ طاؤس و حریر پُر زر
عقل سے پوچھ تو کس طرح یہ سب ہوتا ہے
کون بے ہاتھ لگے تخمِ عمل بوتا ہے

کیا یہ کہہ سکتا ہے کوئی کہ یہ زندہ تصویر
خود بخود بے کسی صانع کے ہوئی شکل پذیر
اور صانع بھی وہ ذی قدر جو قادر جو قدیر
علم بھی جس کا محیط امر بھی پتھر کی لکیر
سن کے تقریر وہ دہری جو پشیمان ہوا
کلمہ پڑھ کے بہ ایقان مسلمان ہوا

ایسی تعلیم کا الجھانے کو تانا بانا
اک خلافت کا بھی قائم تھا شریعت خانہ
ہر سائل وہاں دینار یہاں جرمانہ
پھر بھی تسبیح امامت سے نہ ٹوٹے دانا
جو رقم اُس طرف انعام میں لے لیتے تھے
اِدھر آکر وہی تاوان میں دے دیتے تھے

گو کہ تھا حد سے سوا جبر و تشدد ان پر
بزمِ جعفر میں جو آتے تھے مسائل لیکر
مگر اک ذوق جو ہے طالبِ حق کا جوہر
اس کی مستی کو دبا سکتے ہیں کب تیغ و تبر
خوفِ تعزیر اُدھر گھیر کے لے جاتا تھا
جذبِ حق کھینچ کے پھر سب کو یہیں لاتا تھا

دل تھے قائل کہ ہے اُس قصر کی بانی پہ اساس
تشنگی جس کی ہے وہ آب نہیں اُس کے پاس
پی بھی لیں سونے کا پانی تو کہیں بجھتی ہے پیاس
ہے اِدھر آبِ بقا قاطع خلطِ وسواس
بات کرتے ہیں یہ کج بحث سے بھی حلم کے ساتھ
علم کے ساتھ عمل ہے تو عمل علم کے ساتھ

اِن کی تلقین سے پاتا ہے دلِ مضطر چین
کیوں نہ ہو بانیٔ اسلام کے ہیں نورالعین
نام صادق ہے ملا صدق رسولُ الثقلین
ارث ہے علم علیؑ حلم حسن صبر حسین
جانِ عابد ہیں جبیں سے یہ عیاں ہے گویا
دہنِ پاک میں باقر کی زباں ہے گویا

روئے انور میں ہے وہ رعبِ جلالِ کرّار — کرسکا قتل نہ منصور کیا عزم ہزار
ایک دو بار نہیں کم سے بھی کم بارہ بار — ہر منکر ہے صواعق[1] کا سخن صاعقہ بار
شبلنجی، رزم قلم کا ہے مجاہد شاہد
ان مشاہد پہ ہے جامی کی شواہد شاہد

بیٹھ جاتا تھا پئے قتل بپھر کر منصور — لائے جاتے تھے اسیروں کی طرح شاہِ غیور
آنکھ سے آنکھ لڑی ہوگیا غصہ کافور — رعب سے سہم کے رہ جاتا تھا وہ مست غرور
کبر و نخوت کے صنم ٹوٹ کے رہ جاتے تھے
بیت آذر میں یہ مانند خلیل آتے تھے

کرکے اعزاز سے رخصت جو وہ ہوتا تنہا — پوچھتا تھا یہ ملازم کہ تماشا تھا یہ کیا
ڈر کے کہتا تھا۔ وہ اعجاز نما ہیں بخدا — اژدہا ساتھ تھا ان کے جو یہ دیتا تھا ندا
چوں بھی اب کی تو نگل جاؤں گا موذی تجھکو
جانِ حیدر ہیں یہ دکھلاؤں گا موذی تجھکو

یہ روایات ہیں ان کی جنہیں حضرت سے ہے بیر — آگیا تذکرۂ قتل تو دوہرا دیں، خیر
ہاں مگر غیظ و غضب، آمدشہ، حالت غیر — یہ تغیر ہیں بجا۔ کیجیے تاریخ کی سیر
تھا یہ طینت کا اثر غالب ہر غالب کی
خاندانی یہ جلالت تھی ابوطالب کی

اس جلالت کے سوا خلق بھی اے صلِّ علیٰ — سب سے وہ حسنِ سلوک اور نگہ لطف و عطا
صلۂ رحم، مواسات، توکل بخدا — حد یہ نیکی کی ہے، نیکی سے بدی کا بدلا
ظلم پر نیک ہدایت کی دعا دیتے تھے
درد دیتا تھا زمانہ یہ دوا دیتے تھے

حمد، تسبیح خدا، ذکر نبی، صوم، صلات — حج، زیارت، صدقہ، جود، سخا، خمس، زکات
شب تاریک کے پردے میں وہ مخفی خیرات — کچھ جو اس ہاتھ سے دیں کچھ نہ ہو واقف یہ ہات
عفو بھی رحم بھی ایثار بھی غمخواری بھی
خاکساری بھی۔ ضرورت ہو تو خودداری بھی

[1] صواعق محرقہ

ہیں ولی نسلِ علیؑ عالمِ جاں کے والی — تنگدستی ہے نہ بالکل نہ بہت خوشحالی
حسبِ ذوقِ کرم و طینت و ظرفِ عالی — کوئی سائل نہیں جاتا کبھی در سے خالی
یہ نہیں۔ پاس نہ ہو کچھ تو ہوا بتلادی
پڑھ کے ہو جائے غنی ایسی دعا بتلادی

شکر ادا کرنے میں تعجیل کا ہے پاس اتنا — ہوں سواری پہ تو روکیں اسے کرلیں سجدہ
میزبانی کو سمجھتے ہیں یہ نعمت بخدا — رجعتِ خوانِ خلیل اِن کا ہے خوان یغما
ہیں کھلاتے بہت اور آپ یہ کم کھاتے ہیں
جب نہ آئے کوئی مہمان تو غم کھاتے ہیں

سب سے بڑھ کر ہے امامِ دوجہاں کی یہ صفت — ہاتھ سے اپنے ہر اک کام مشقت، محنت
ابنِ جابر کو ہوئی دیکھ کے اک دن حیرت — ہل چلاتے ہیں خداوندِ جہازِ امت
منہ پسینے میں ہے تر غرقِ عرق چھائی ہے
مست ہو جائیں ملک بھی وہ مہک آئی ہے

اس خدادوست نے کی عرض کہ مولائے جہاں — اللہ اللہ یہ حضور اور یہ کارِ دہقاں
بولے مولا کہ ریاضت بھی ہے جزوِ ایماں — جو ہے محنت سے گریزاں وہ مسلماں کہاں
امرِ فطرت بھی ہے یہ، شرع کا آئین بھی ہے
دستِ اسلام میں دنیا بھی ہے اور دین بھی ہے

جس پسینے کی تری خاک کا دل کر دے شق — خون سے بھی ہے گراں قدر وہ دہقاں کا عرق
اس کی ہر بوند میں رقصاں ہے وہ نعمت کا طبق — جس کو ہم کہتے ہیں روزی جو ہے انساں کا حق
کام اس کام سے بڑھ کر کوئی لاریب نہیں
کسبِ روزینہ روزانہ تو کچھ عیب نہیں

اور ہمارے تو سلف کا یہ ازل سے ہے شعار — اسی محنت پہ تو آدم کا تھا سب دار و مدار
نوح کا ایسا گراں قدر نبی تھا نجار — کعبہ شاہد ہے خلیلِ احدی تھے معمار
ارنی گو کہ ہے دنیا میں بڑی بات اُن کی
بھیڑ بکری کے چرانے پہ تھی اوقات ان کی

اپنے وہ مورثِ اعلیٰ جو شہ مطلبی — وہی تاجر وہی مزدور وہی حق کے نبیؐ
پھر علی؟ کون علیؑ۔ نفسِ رسولِ عربی — بیلچہ، کھیت، عرق، ہائے بأبی و ابی

پھر رسالت کی یہ سب نسل ہے جس بیٹی سے
آسیا گرد پھریں اس کے۔ وہ چکی پیسے

ان مظاہر سے ہے ظاہر کہ صغار اور کبار — کاروباری نہ بنیں گر تو ہے جینا بے کار
تھی نہ روزی کے کمانے میں انھیں بھی کچھ عار — ناقۂ رزق دو عالم کی جو تھامے تھی مہار

مردِ بیکار سے راضی کبھی اسلام نہیں
ہم سے کیا کام اگر کام سے کچھ کام نہیں

سرسری بات نہ تھی یہ شہِ دیں کی گفتار — تھی زباں حرف بحرف آئنہ دارِ کردار
گو کہ شاگرد تھے خدمت کو کم و بیش ہزار — اپنے کاموں کا مگر ان سے نہ تھا کچھ سروکار

شکرِ طاقت کا جو اعضا سے ادا کرتے تھے
کارِ ذاتی میں بھی یہ کارِ خدا کرتے تھے

جلد پاتے تھے جو گھر بار کے کاموں سے فراغ — بزمِ تدریس میں عرفاں کے جلاتے تھے چراغ
شرحِ قرآں میں کھلتے تھے حدیثوں کے جو باغ — سلسلے میں ابھر آتے دلِ مجروح کے داغ

فرض ہے جس کی عزا اس کی عزا ہوتی تھی
درس میں مجلسِ شبیر بپا ہوتی تھی

کبھی نوحہ کبھی مظلوم کی غربت پہ بکا — گریہ ہوتا جو گلوگیر تو کرتے یہ دعا
غم میں یارب مرے دادا کے اٹھے جن کی صدا — کوئی غم ان کو نہ دنیا میں ہو اس غم کے سوا

ریش ہاتھوں پہ رکھے مار کے دھاڑیں روتے
ذکرِ اصغر پہ مگر کھا کے پچھاڑیں روتے

بزمِ شبیر بپا ہوتی تھی گھر میں اکثر — روتے تھے فاطمہ کے لال کو سب پیٹ کے سر
چاند جس وقت کہ آتا تھا محرم کا نظر — بعدِ ہر فرض کے مجلس تھی عشا ہو کہ سحر

دل لرز جاتے تھے وہ شورِ فغاں اٹھتا تھا
تا بہ عاشور نہ مطبخ سے دھواں اٹھتا تھا

حال ہوتا تھا شہادت کا مفصل جو بیاں — سن کے اسباب بہت روتے تھے شاہِ دوجہاں
وہ پیمبر کی وفات اور وہ زہرا کی فغاں — وہ شکایت کہ یہ ہر وقت کا نوحہ ہے گراں
جب یہ رونے کی منا ہی کے بیاں آتے تھے
دل پکڑ لیتے تھے ہاتھوں سے تڑپ جاتے تھے

پھر جو ہوتا تھا بیاں بیت حزن کا کونا — شہر سے دور بقیع میں وہ شب بھر رونا
دن میں گھر آکے یہاں آنسوؤں سے منہ دھونا — پھر بصد ظلم وہ محسن کی شہادت ہونا
رو کے کہتے کہ نواسے کے فدائی نانا
کربلا کی ہوئی تمہید دوہائی نانا

اور یہ ذکر بڑھا اور بھی رقت آئی — فاطمہ نے اسی تکلیف میں رحلت پائی
گردش چرخ مصیبت پہ مصیبت لائی — بعد کرار وحسن شہ پہ قیامت ڈھائی
فلک پیر مخالف کا ہوا خواہ ہوا
حیف ہے شہر بدر فاطمہؑ کا ماہ ہوا

ہائے وہ ہجر مدینہ وہ محمد کا پسر — وہ کڑے کوس وہ صحرا وہ پہاڑوں کا سفر
وہ بیابان وہ لو اور وہ علیؑ کا گلِ تر — ننھے بچوں کا وہ ساتھ اور وہ حرم ناقوں پر
گھر چھٹا دوست چھٹے غم سحر و شام ملا
حق کے گھر میں بھی مسافر کو نہ آرام ملا

کعبۂ رب سے چلا آہوئے صحرائے بلا — اُس طرف رُخ تھا لیے جاتی تھی جس سمت قضا
اب جہاں جاکے بھی منزل ہو توکل بخدا — راہ میں عشرۂ ذی الحجہ کو ہوا حشر بپا
روزِ اول خبرِ رحلتِ ہانی آئی
عید کا دن تھا کہ مسلم کی سنانی آئی

سن کے یہ حالِ عزا چیخ کے روئے سرور — منہ کیا سوئے فرات اور کہا چلا کر
ہائے عباس علی آپ کی دکھیا خواہر — میرا پرسا ہو قبول اے بنی ہاشم کے قمر
دم بدم دل کو یہ آواز جو تڑپاتی تھی
گریۂ فاطمہ زہرا کی صدا آتی تھی

ختم مجلس ہوئی رخصت ہوئے اربابِ عزا — اک صحابی سے بحسرت شہِ دیں نے یہ کہا
آج پر سامری وادی کو نہ کیوں تم نے دیا — جوڑ کر ہاتھ وہ بولے کہ میں صدقے مولا
دیکھیے آنسوؤں سے تر ہے یہ رومال اب تک
اتنا رویا ہوں کہ آنکھیں ہیں مری لال اب تک

میں تو پھر عاشقِ شبیر ہوں اے جانِ علی — غم سرور میں تو رو دیتے ہیں بیگانے بھی
کون روئے گا نہ پھر سن کے مصیبت اُس کی — روتے جاتے تھے ستا کر جسے مقتل میں شقی
اور تو اور دمِ ذبح ستمگر رویا
شمر بھی پھیر کے منہ روک کے خنجر رویا

شمر کا نام سنا رونے لگے پھر مولا — بعد مجلس کے پھر اک ہو گئی مجلس برپا
آ گیا یاد پھر اک بار نہ جانے کیا کیا — وہ زمیں گرم وہ سجدہ وہ چھری اور وہ قضا
وہ صدا غیب کی۔ دربار میں اب آؤ حسین
شمر خنجر لیے آتا ہے سنبھل جاؤ حسین

کم ہوئے پھر جو یہ آنسو تو صحابی سے کہا — ہم بھی واقف ہیں کہ تم اہلِ عزا ہو بخدا
ایسے رونے کو تو لیکن نہیں کہتے بُرا سا — اس طرح روؤ کہ لاشوں پہ ہو جس طرح بکا
غیر سمجھے کہ بلک کر جو یہ جاں کھوتے ہیں
مر گیا ہے کوئی ان کا بھی جو یوں روتے ہیں

اس صحابی کا ہے اب یہ الم انگیز بیاں — جو بھی پھر مجلسِ ماتم ہوئی بعد اِس کے جہاں
یوں میں رویا کہ ہلے بام و در و سقف و مکاں — ایک دن مجھ سے یہ فرمانے لگے شاہِ زماں
رات زہرا کسی مجلس سے چلی آتی تھیں
تیرا پُرسا ہوا مقبول یہ فرماتی تھیں

خلد اب تجھ کو مبارک ہو عزادارِ حسین — جو بھی غم میں مرے دادا کے کرے شیون و شین
یا رلانے کو پڑھے حالِ امامِ کونین — یا ہو صورت سے یہ اظہار کہ دل ہے بے چین
اجرِ عرفانِ امامت بہ یقیں بخشیں گے
میرے نانا اُسے فردوسِ بریں بخشیں گے

اس روایت کا محبوں میں ہوا جب چرچا
جابجا ہونے لگی مجلسِ شبیر بپا
اپنی کفشوں کو جہاں چھوڑتے تھے اہلِ عزا
بیٹھ جاتے تھے وہاں چھپکے سے آکر مولا

بارہا دیکھے گئے بزم میں غم خواروں کی
صاف کرتے ہوئے نعلیں عزاداروں کی

ان مجالس کے جو منصور کو پہنچے اخبار
جذبۂ قتلِ شہِ پاک ہوا پھر بیدار
جلوہ گر آپ تھے اک حجرے میں اور چند انصار
آگ لگوادی وہاں چاروں طرف سے اک بار

جل گیا غسل پسرِ صاحبِ معراج جلا
ہائے گھر فاطمہ کا تیسری بار آج جلا

ہنس کے کہتی تھی مشیت کہ ارے او جلاد
جدِ خلیل ان کے ہیں آتش کو نہیں ان سے عناد
آگ یوں ہوتی جو سوزندۂ اہلِ ارشاد
جلتے خیمے ہی میں رہ جاتے تھے جبکہ سجاد

خواہرِ شہ انھیں شعلوں میں گزر کر لائیں
اپنے بیمار بھتیجے کو کمر پر لائیں

جیسے عابد رہے محفوظ وہاں اور زینب
آنچ آئے گی اسی طرح نہ جعفر پہ بھی اب
بجھ گئی آگ مٹا رنج ہوئی رحمتِ رب
بچ گئے حضرت صادق بھی اور اصحاب بھی سب

حادثے ایک سے ہیں فرق ہے تقدیروں میں
یہ چھٹے غم سے وہ جکڑے گئے زنجیروں میں

آگ بجھ جانے کی حاکم نے خبر جبکہ سنی
مشتعل آتشِ بغض اور ہوئی ، اور ہوئی
شہ کو انگورِ سم آلود کی ڈالی بھیجی
چند دانے جو کیے نوش قیامت ٹوٹی

خون کے ساتھ رگوں میں صفتِ سیل گیا
گل بدن میں اثرِ زہر دغا پھیل گیا

نبض بھی ڈوب چلی سانس بھی ہونے لگی بند
روحِ احمد ہوئی غمگین خلافت خورسند
شور تھا ہائے چلا کشتۂ غم کا فرزند
بستۂ طوق و سلاسل کے جگر کا دلبند

سبزیٔ زہر رخِ پاک پہ جو چھائی ہے
جانِ شبیر نے میراثِ حسن پائی ہے

سب عزیزوں کو کیا بہرِ وصیت جو طلب
نزع کا وقت تھا منہ دیکھ کے رونے لگے سب
شہ نے فرمایا کہ ہم خلق سے جانے کو ہیں اب
تم کو ملحوظ رہے طاعتِ خالق کا ادب
بس یہی سب کی معاون سرِ محشر ہوگی
یہ قضا کی تو شفاعت نہ میسر ہوگی

دوسرے یہ کہ رہے یاد مرے جد کی عزا
غمِ شبیر میں جی کھول کے روتے رہنا
دیکھ کر موسیٰ کاظم کی طرف پھر یہ کہا
الفراق اے مرے دلدار خدا کو سونپا
لو بتول آئیں رسول الثقلین آ پہنچے
وہ علی آئے وہ شبر وہ حسین آ پہنچے

السلام اے مرے نانا مرے دادا میں فدا
السلام اے مری دادی جگرِ خیرِ ورا
السلام اے بدفِ غم حسنِ سبز قبا
السلام اے شہِ مظلوم غریب الغربا
کہہ کے یہ اٹھ گئے دنیا سے ہمارے جعفر
ہائے شبیر کہا اور سدھارے جعفر

فاطمہ رو کے پکاریں مرے پیارے بیٹا
بات بھی کرنے نہ پائے کہ سدھارے بیٹا
تھا مرے لال کا غم دم سے تمہارے بیٹا
مجلسیں ہوں گی بپا کس کے سہارے بیٹا
لو غش آتا ہے سنبھالو مجھے ۔ سونے والے
الوداع اے مرے مظلوم کے رونے والے

گھر میں کہرام مچا لٹ گیا زہرا کا چمن
حضرتِ موسیٰ کاظم نے دیا غسل و کفن
روحِ جعفر نے کہا ہائے شہِ تشنہ دہن
کیسی تدفین کہ رو بھی نہ سکی تم کو بہن
تھوڑی مہلت بھی جو بازو کی رسن دے دیتی
بھیک ہی مانگ کے نادار کفن دے دیتی